رؤیتِ ہلال میں علم فلکیات: ایک فقہی جائزہ

Astronomy in the Sighting of the Moon: A Jurisprudential Review

Aziz Ahmed
Lecturer Department of Islmic studies & Religious Affairs, University of Malakand, Chakdar Dir Lower KPK
azizroomi92@gmail.com
Haroon ur Rasheed
Lecturer Department of Islamic studies & Religious Affairs , University of Malakand, Chakdar Dir Lower KPK
haroonk88@gmail.com

Abstract

The Shari'ah has not declared Astronomy as a standard for Islamic calendar by saying that seeing the moon with eye completely unprofitable and it is necessary to decide the moon`s ending and beginning on Astronomical sensation. Shariah not exactly rejected it saying that it is not right to seek any help with this Science, Rather the shariah has given a middle way by rejecting these extreme thoughts and said that the basic premise in the new moon (Hilal) issue is to make eye-seeing but Astronomy can also be used to explore the possibilities of sigh seeing so as to know precision of eye-seeing claim and there is no prohibition in Islam for believing in that extent of Astronomy.

Keywords: Rau Yat hilal, Astronomy, Ramadan, Sight-seeing, Islamic calendar

اسلام کے بہت سارے احکام جیسے رمضان، عیدین اور زکوۃ کے حولان حول میں اسلامی مہینوں کا اعتبار ہوتا ہے، اس وجہ سے ان مہینوں کے ابتداء وانتہاء کو جاننا اور اس کی معرفت کے لئے جستجو کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے تاکہ ان عبادات کو احسن طریقے سے ادا کیا جاسکے، موجودہ زمانے میں پہلے کے چاند دیکھنے کا مسئلہ (جس کو رویت ہلال کہا جاتا ہے) اور بھی پیچیدہ اور متنازعہ ہو گیا ہے، کیونکہ چاند کی رویت اور علم فلکیات کا گہرا تعلق ہے بلکہ یہ اسی علم کا حصہ ہے، اس وجہ سے کچھ محققین نے صرف اسی علم کو بنیاد بنا کر رویت بصری کو بالکل مسترد کیا اور اسی علم کے حسابی اعداد و شمار کو سامنے رکھ کر چاند کی ابتدا اور انتہا کی معین تاریخیں طے کر دی اور کچھ محققین نے حسابی علم کے معتبر نہ ہونے کے قدیم فقہی نصوص کو بنیاد بنا کر اس علم سے ہر قسم کی استمداد کو مسترد کر کیا ہے، بلکہ رویت بصری اور پرانے طریقہ شہادت کو ہی کل معیار قرار دیا، ایسی حالات میں اس بات کا جائزہ لینا ناگزیر ہو جاتا ہے کہ اس علم کا

رویت بصری پر کیا اثر ہے اور کس جگہ اور کیسی اس کے اثر کو قبول کرنا چاہیے اور کس جگہ نہیں؟ ذیل میں اس کا ایک علمی جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

رؤیت ہلال اور علمِ فلکیات:

رویت سے مراد "آنکھ سے دیکھنا، نظارہ کرنا ہے جیسا کہ ابن رشد فرماتے ہیں: "النظر والابصار بعین"[1]۔ اور ہلال کا مطلب پہلی رات یا پہلی تین راتوں کا چاند ہوتا ہے جیسا کہ امام لغت جوھری لکھتے ہیں: "ہلال پہلی رات کا ہے پھر دوسری رات کا ہے پھر تیسری رات کا ہے پھر تو چاند ہے[2]۔ اور اصطلاحی طور پر رؤیتِ ہلال سے مراد اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کے چاند کو دیکھنا ہے اور اس سے مہینے کا دخول ثابت ہوتا ہے اور علم فلکیات اجرام فلکی کا علم ہے جس میں چاند، ستارے، سیارے، کہکشاں وغیرہ کے علاوہ کرہ ارضی کے باہر رونما ہونے والے واقعات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔، اس علم کو انگریزی میں "Astronomy" کہتے ہیں[3]۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں فلکیات کے قابلِ اعتبار ہونے نہ ہونے کے بارے میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ ان دونوں نظریات کا ایک جائزہ پیش ہے

پہلا نظریہ اور اس کا فقہی جائزہ:

بعض اہل علم کے خیال میں مہینے کی آمد و رفت کا مدار رؤیت کی بجائے حساب و آلات پر ہونا چاہیے، کیونکہ آج فلکیات و سائنسی آلات ترقی کے جس معیار پر ہے، ماضی میں اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ رائے افراط پر مبنی ہے، ان حضرات کے زعم میں اگر حساب و آلات پر مدار رکھا جائے، تو پھر چاند کی رؤیت کے متعلّق نہ تو کوئی اختلاف رُونما ہوگا اور نہ ہی چاند دیکھنے کے لیے خواہ مخواہ کی مشقت اُٹھانا پڑے گی۔ لیکن حدیث و اور فقہاء کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت نے قمری ماہ کے آغاز کے لیے بصری رؤیت ہی کو مدار بنایا ہے، جبکہ حسابات پر مدار رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ مشہور صحیح حدیث ہے: "عن ابن عمر عن النبی علیه الصلاۃ والسلام انه قال انا امیة لا نکتب ولا نحسب الشهر هکذا و هکذا یعنی مرة تسعة وعشرین و مرة ثلاثین[4]۔ ترجمہ: "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ حساب و کتاب سے ناواقف ہیں۔ مہینہ کبھی اُنتیس کا اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔" اس حدیث کی تشریح میں مشہور محدث ملا علی القاری فرماتے ہیں: "فالمعنی ان العمل ما یعتاده المنجمون لیس من هدینا وسنتنا بل علمنا ینعلق برؤیة الهلال فانا نراه مرة تسعا وعشرین ومرة ثلاثین"[5]۔ ترجمہ: "ستاروں کی رفتار کا علم رکھنے والوں کے طریقہ کار پر عمل پیرا ہونا ہم مسلمانوں کا طریقہ اور شیوہ نہیں، بلکہ علمِ شرع کی رُو سے چاند کا مدار رؤیت پر ہے، جو ہمیں کبھی 29 کو اور کبھی 30 کو نظر آجاتا ہے۔" اور آٹھویں

صدی کے نامور عالمِ دین علامہ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "احکام الاحکام" میں رقمطراز ہیں:"والذی اقول به ان الحساب لا یجوز ان یعتمد علیه فی الصوم...... فان ذالک احداث لسبب لم یشرعه الله تعالی"[6]. ترجمہ:"میں کہتاہوں کہ روزے کے معاملے میں حساب و ہیئت پر اعتماد کرنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ ایسے سبب کی ایجاد ہو گی جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں فرمایا۔"

اسی وجہ سے علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ماہرینِ فلکیات ۲۹ تاریخ کو چاند کے صد فیصد قابلِ رؤیت ہونے کی پیشن گوئی کرے، لیکن اَبروباد کی وجہ سے رؤیت نہ ہوسکے،تب بھی فلکیین کی پیشن گوئی پر نئے مہینے کا آغاز کرنا جائز نہ ہو گا۔

دوسرا نظریہ اور اس کا فقہی جائزہ:

دوسری طرف بعض لوگ ظاہرِ حدیث کو دیکھتے ہوئے فلکیات کو بالکل ناقابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔ ہماری نظر میں اگر پہلی رائے افراط پر مبنی تھی،تو یہ دوسری رائے تفریط پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے رمضان و عید کی آمدورفت کا مدار حسابی وفلکیاتی معلومات پر نہیں رکھا، لیکن اسلام ان چیزوں سے جائز استفادے سے منع بھی تو نہیں کرتا۔لہٰذا اگر اصل مدار رؤیت ہی پر رکھا جائے، لیکن گواہی کی جانچ پرکھ کے لیے علم فلکیات کو بھی بطورِ معاون فن استعمال کیا جائے، تو یہ ایک مستحسن اور روحِ شریعت کے عین مطابق ہو گا۔ چنانچہ ہر زمانے میں قاضیانِ اسلام کا یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ گواہی کو آنکھیں بند کر کے قبول کرنے کی بجائے مختلف ذرائع سے اُس کی تصدیق حاصل کرتے۔ اسلام کے مذہبِ فطرت ہونے کا تقاضہ بھی ہے کہ اُس کا کوئی حکم مخالفِ عقل و فطرت نہ ہو، بلکہ عقلاً جو بات ممکن نہ ہو، یعنی محالات کے قبیل سے ہو، تو شرعاً نامقبول اور اُس پر شہادت مردود ہو۔ اصولِ حدیث کی تقریباً تمام معتبر کتابوں میں موضوع حدیث کی ایک پہچان یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ وہ حدیث عقلِ سلیم سے ٹکراتی ہو۔ جیسا کہ اصول حدیث کی مشہور کتاب میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:"کہ کسی بات کے موضوع اور جھوٹے ہونے کی دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خلافِ عقل ہو"[7]۔ اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ من گھڑت اور جھوٹی بات کے قرائن میں سے یہ بھی ہے کہ وہ قرآن یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقلِ صریح کے خلاف ہو"[8]۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ نے بھی خلافِ محسوس اور خلافِ عقل گواہی کو (خواہ گواہی دینے والا ثقہ ہی کیوں نہ ہو) مردود اور نامقبول قرار دیاہے۔ "حامدیۃ" میں علامہ شامی لکھتے ہیں:" وکذالک الشهادة التی یکذبها الحس لاتقبل کما فی وقف الخیریة"[9]. ترجمہ:"اس طرح وہ گواہی بھی غیر مقبول ہو گی، جسے انسانی حس

جھٹلائے۔"جب یہ بات طے ہو گیا کہ قطعیت کے خلاف کوئی بھی بات جھوٹ سمجھی جائے گی اگرچہ متذکرہ نصوص یا اصول حدیث کے پرکھنے کے معیار پر وارد ہیں لیکن امت کے دوسرے لوگ نھی اس معیار سے بالاتر نہیں ہیں ان کی باتوں اور شہادات کو اس اصول پر جانچا جانا ضروری ہے اور دوسری طرف یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ فلکیات کے مقدمات بھی قطعی ہیں اسی وجہ سے سے چاند مختلف عرض بلد اور طول بلد میں ان کے چاند اور سورج کے متعلق فراہم کردہ معلومات یقینی اور قطعی ہوتے ہیں یعنی سورج اور چاند کے غروب اور ان کے گرہن کے متعلق کئی سال پہلے مرتب کردہ معلومات مکمل طور پر ٹھیک ہوتے ہیں،اس وجہ سے ان قطعی معلومات کو رؤیت کی گواہی کے قبول اور رد میں استعمال کیا جاسکتا ہے،جیسا کہ ابن حجر مکی شافعی رقمطراز ہیں:"ووقع تردد لهؤلاء وغيرهم فيما لودل الحساب على كذب الشهادة بالرؤية والذى يتجه منه ان الحساب ان اتفق اهله على ان مقدماته قطعية وكان المخبرون منهم بذالک عدد التواتر ردت الشهادة والا فلا"[10].ترجمہ:"اگر فن حساب گواہ کے کذب پر دلالت کرے تو ایسی گواہی کے قبول کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اگر اہلِ حساب اس فن کے مقدمات کی قطعیت پر متفق ہو جائیں اور اس کی خبر دینے والے بھی حدّ تواتر تواتر کو پہنچ رہے ہوں،تب وہ گواہی مردود ہو گی والا فلا۔"

علامہ شیخ شہاب الدین قلیوبیؒ،علامہ عبادیؒ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:"قال العلامة العبادی: انه اذا دل الحساب القطعی على عدم رؤيته لم يقبل قول العدول لرؤيته وترد شهادتهم بها. وهو ظاهر جلی ولا يجوز الصوم حينئذ ومخالفة ذالک معاندة ومكابرة"[11].ترجمہ:"علامہ عبادیؒ فرماتے ہیں کہ جب قطعی حساب عدم رؤیت پر دلالت کرے تو اُس وقت رؤیت کے متعلق عادل کی خبر بھی ناقابلِ قبول اور گواہی مردود ہو گی۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ ایسی صورت میں روزہ رکھنا جائز نہ ہو گا اور قطعی حساب کے خلاف کرنا ضد اور ہٹ دھرمی ہو گی۔"

درج بالا ٹھوس دلائل کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاند دیکھنے کا دعویٰ ایسے وقت میں کرتا ہے، جب عقلاً چاند کی رؤیت محال اور ناممکن ہو، تو ایسے شخص کا نہ تو دعویٰ سنا جائے گا اور نہ ہی اُس سے گواہی لی جائے گی۔

دوسری طرف علم ہیئت کا مسلمہ اصول ہے کہ چاند اپنے مدار پر سفر کرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے بالکل سورج کے محاذاۃ(سیدھ) میں آجاتا ہے۔(فلکیاتی اصطلاح میں اس حالت کو اجتماعِ شمس و قمر، اجتماعِ نیرّین، ولادت

یاتولیدِ قمر کہاجاتاہے)اس وقت چاند کا روشن حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے اور زمین والوں کی نظروں سے وہ بالکل چھپ جاتا ہے۔ پھر جوں جوں چاند سورج سے دور ہوتا ہے، اُس کی روشن طرف نمایاں ہونے لگتی ہے خاص حالات میں وہ قابلِ رؤیت بن جاتا ہے۔اب اگر کوئی چاند کی ولادت سے قبل یا ولادت کے بعد ان خاص حالات سے پہلے چاند دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے، تو اُس کا یہ دعویٰ خلاف عقل، خلافِ محسوس اور خلافِ بداہت ہونے کی وجہ سے واجب الردّ ہوگا۔ الغرض شہادت کی جانچ پڑتال کے لیے فلکیات سے ایک معاون فن کے طور پر استفادہ کرنا نہ صرف جائز، بلکہ دین و دانش کا تقاضا ہے۔ یہی اکابرِ دیوبند اور عالمِ عرب کے مشاہیر علماء کا موقف ہے۔ذیل میں اس سے متعلق چند ایک عبارات وتصریحات سپردِ قرطاس کرتے ہیں۔

تصریحاتِ علماءہند:

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"سائنس جدید ہو یا قدیم اوراس کے ذریعہ سے بنائے ہوئے آلات نئے ہوں یا پرانے،سب کے سب اللہ تعالی کی نعمتیں ہیں۔ان کو شکر گزاری کے ساتھ استعمال کرنا ہے،اُن سے وحشت یا بیزاری نہ کوئی دین کا کام ہے نہ عقل کا تقاضہ !البتہ دین و عقل دونوں کا تقاضہ یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالی کی اِن نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور بے جگہ استعمال نہ کریں، جس استعمال میں کوئی دینی دینی اصول مجروح نہ ہوتا ہو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:"خلق لکم ما فی الارض جمیعا"[12]۔یعنی جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اللہ تعالی نے تمہارے لیے پید کیا ہے۔" آگے مزید لکھتے ہیں:"مسئلہ ہلال میں بھی اگر نئی ایجادات سے اُس حد تک کوئی مدد لی جائے جہاں تک اسلامی اُصول مجروح نہ ہوں،اس کا کس کو انکار ہے؟[13]"

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:"اسی طرح ماہرینِ فن وجودِ قمر کے بعد بھی ہلال میں رؤیت کی صلاحیت نہ ہونے کے کچھ ضوابط متعین فرمادیں، مثلاً:اُفق سے ارتفاع اور شمس سے بعد کے درجات کی تعیین ہو جائے تو رؤیت کی شہادت کا معیار معلوم کرنے کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔[14]"

حضرت محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:"قمری مہینے کا شروع ہونا چاند کے دیکھنے پر موقوف ہے، فلکیات کے فن سے اس میں اتنی مدد لی جاسکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں۔[15]"

مفتی محمد تقی عثمانیؒ "بحوث في قضايا فقهية" میں تحریر فرماتے ہیں:"والحقيقة أنّه مبنى على الاستقراء، والمشاهدة، والتّجارب الحسّية الّتى أصبحت كالبديهيّات، فاستخدام هذاالحساب لأجل التثبّت فى الشهادة لايمنع منه نصّ ، ولايَنبطق عليه ماقاله الفقهاء المتقدّمون من عدم اعتبار الحساب فى إثبات الهلال"[16].

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے کہ (موجودہ فلکیات) استقراء، مشاہدات اور حسّی تجربات پر مبنی ہونے کی وجہ بدیہیات کے درجے کی چیز ہوگئی، لہذا گواہی کی تحقیق کے لیے اس فن کو بروئے کار لانے سے نہ تو کتاب وسنت منع کرتی ہے اور نہ ہی اس پر قدیم فقہائے کرام کی وہ عبارات صادق آتی ہیں جو فلکیات کے غیر معتبر ہونے کے متعلق ہیں (کیونکہ فقہاء کی عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حساب ثبوتِ رؤیت کی دلیل نہیں بن سکتی، نہ کہ نفی رؤیت کی)۔

ہندوستان کے مایہ ناز محقق، ناظم مجلس تحقیقاتِ شرعیہ حضرت مولانا برھان الدین سنبھلی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں: "ہاں البتہ حساب سے اس بارے میں اتنی مدد لی جاسکتی ہے کہ چاند کا دیکھا جانا ممکن ہے یا نہیں؟ یعنی اگر کسی تاریخ کے بارے میں حساب سے قطعی طور پر ثابت ہو کہ اس تاریخ کو چاند کا آنکھ سے دیکھا جانا ممکن نہیں، تو پھر اس تاریخ کو چاند دیکھنے پر گواہی نہ لی جائے، بلکہ اگر کوئی شخص اس تاریخ کو اپنا چاند دیکھنا بیان کرے تو بھی اس کے بیان کو غلط فہمی پر محمول کیا جائے اگر وہ ثقہ ہے، ورنہ غلط بیانی پر۔"[17]

تصریحاتِ علمائے عرب:

جامعہ ازہر سے جاری ہونے والے ایک فتوے میں ہے: "ان الاساس هو الرؤية البصرية للهلال لكن لا يعتمد عليها اذا تمكنت فيها التهمة تمكنا قويا ومن اسباب تمكن التهمة مخالفة الرؤية للحساب الفلكى الموثوق به الصادر ممن يوثق به "[18].

ترجمہ: "قمری مہینے کے آغاز کی بنیاد رؤیت ہی ہے، لیکن اگر اس میں تہمت کا قوی اندیشہ ہو تو اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ اور ان اسباب تہمت میں سے معتبر لوگوں کی طرف سے پیش کیے جانے والے معتبر فلکی حساب کی مخالفت بھی ہے۔"

کویت کے فتوی مرکز سے جاری ہونے والے "فتاوی شرعیہ" میں ہے: "العبرة بالرؤية البصرية اى بالعين المجردة وبالمراصد فى حال الاثبات مادامت الرؤية ممكنة حسابيا و ليست العبرة بالحساب فى حال الاثبات لانها هى الاصل بالخلاصة(الحساب يعتبر دليل نفى لااثبات)------ اذا دل الحساب القطعى على استحالة رؤية الهلال تقبل الشهادة لان من شروط البينة عدم مخالفة الواقع"[19]. ترجمہ: "چاند کے ثبوت کے سلسلے میں بصری رؤیت یعنی برہنہ آنکھ سے یا رصد گاہوں سے دیکھنے کا اعتبار ہوگا، بشرطیکہ رؤیت فنی اعتبار سے ممکن بھی ہو اور ثبوتِ رؤیت کے لیے فلکیاتی حساب کو معتبر نہیں مانا جائے گا، کیونکہ بصری رؤیت ہی اصل مدار ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ فلکیاتی حساب نفی رؤیت کی

دلیل ہے نہ کہ ثبوتِ رؤیت کی۔ [یعنی جب علمِ فلکیات کی رو سے امکانِ رؤیت ہو، تو ثبوتِ رؤیت کے لیے اس کو کافی نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ بصری رؤیت ضروری ہو گی، لیکن جب فلکیات امکانِ رؤیت کی نفی کریں تو رؤیت کے دعویٰ کو رد کرنے کے لیے اسے کافی سمجھا جائے گا۔]

سعودی عرب کے "ہیئتِ کبار العلماء" کی طرف سے جاری ہونے فتاوی "فتاوی واستشارات الإسلام اليوم" میں ہے: "خلص المجلس بعد استعراض الابحاث المقدمة والمداولة المستفيضة بشانها الى القرار التالى:

يثبت دخول شهر رمضان او الخروج منه بالرؤية البصرية سواء كانت بالعين المجردة ام بواسطة المراصد ...... انما نعنى بالحساب ثمرة علم الفلك المعاصر القائم على اسس رياضية علمية قطعية والذى بلغ فى عصرنا مبلغا عظيما استطاع به الانسان ان يصل الى القمر والكواكب الاخرى وبرز فيه كثير من علماء المسلمين فى بلدان شتى[20]. ترجمہ: "مجلس میں پیش کی گئی متداول اور مشہور ابحاث کے بعد اہل مجلس درج ذیل قرار داد پر متفق ہوئے:

"ماہ رمضان کا دخول و خروج رؤیت بصریہ سے ہو گا، خواہ برہنہ آنکھ سے ہو یا رصد گاہوں کی مدد سے، جبکہ کسی ایک اسلامی ملک میں معتبر شرعی طریقہ سے اس کا ثبوت ہو جائے، اس نبوی ارشاد مبارک پر عمل کرتے ہوئے جو صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے: إذا رأيتم الهلال فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطرو" نیز حدیث میں ہے: "صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته" اور یہ اس شرط پر ہے کہ قطعی فلکی حساب جملہ اقطار میں رؤیت کے امکان کی نفی نہ کرے، لہذا جب ایسے حساب کی رو سے کسی بھی ملک میں شرعی طور پر معتبر رؤیت کے محال ہونے کا جزم ہو، تو گواہوں کی ایسی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جو قطعیت کا فائدہ نہ دیتی ہو۔ لہذا ایسی گواہی کو وہم، غلطی یا جھوٹ پر محمول کیا جائے گا۔ یہ اس لیے کہ گواہوں کی گواہی ظنی ہوتی ہے اور حسابات کا جزم قطعی ہوتا ہے، اور ظنی امر باتفاق علماء قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ اس کو قطعی پر مقدم کیا جائے۔ باقی حسابات سے ہماری مراد معاصر علم فلکیات کا ثمرہ ہے، جو ٹھوس علمی اور ریاضیاتی بنیادوں پر قائم ہے اور جس نے ہمارے زمانہ میں اتنی ترقی کی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان چاند اور دوسرے سیاروں تک پہنچنے پر قادر ہو گیا ہے اور مختلف شہروں میں بہت سے مسلمان علماء اس میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔" ایک اور عرب علماء کی کمیٹی کا فتوی ہے: "تجوز الاستعانة بآلات الرصد فى رؤية الهلال ولا يجوز الاعتماد على العلوم الفلكية فى اثبات بدء شهر رمضان المبارك

اولفطر"[21]. ترجمہ:"رؤیت ہلال کے سلسلے میں آلاتِ رصدیہ سے مدد لی جاسکتی ہے، لیکن ماہِ مبارک یاعید الفطر کے ثبوت کے لیے[بغیر رؤیتِ بصری کے محض]فلکیاتی علوم پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔ ڈاکٹر حسام الدین عفانہ لکھتے ہیں:"اذا نفی علم الفلک احتمال رؤیة الهلال بشکل قطعی فینبغی حینئذ عدم قبول ادعاء الرؤیة"[22]. ترجمہ:"جب علمِ ہیئت قطعی طور پر رؤیت کی نفی کریں، تو اس وقت رؤیت کے دعویٰ کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔"ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:"خلاصة الامر فی هذه المسالة و وجوب الاعتماد علی الرؤیة البصریة لاثبات الشهور القمریة وهذا ما نطقت به النصوص الشرعیة ویستعان او یستانس بالحساب الفلکی والمراصد مراعاة للاحادیث النبویة والحقائق العلمیة"[23]. ترجمہ:"اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ قمری مہینوں کے آغاز کے لیے بصری رؤیت پر اعتماد کرنا ضروری ہے، جیسا کہ نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہے، البتہ فلکی حساب اور رصد گاہی معلومات سے استیناس اور مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ احادیثِ نبویہ اور حقائقِ علمیہ دونوں کی رعایت ہو سکے۔"عالمِ اسلام کے فقہائے کرام کا متفقہ نمائندہ ادارہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے ۱۴۰۷ھ میں ماہرینِ فقہ وفلکیات کی تحقیقات کی روشنی میں جو قرارداد منظور کی، وہ حسبِ ذیل ہے:"یجب الاعتماد علی الرؤیة، ویستعان بالحساب الفلکی والمراصد مراعاة للاحادیث النبویة والحقائق العلمیة"[24]. ترجمہ:"مہینے کے ثبوت کے لیے اصل اعتماد رؤیت ہلال پر ہوگا، البتہ فلکی حسابات اور فلکی رصد گاہوں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے تاکہ احادیث نبوی پر بھی عمل ہو اور سائنسی حقائق کی بھی رعایت ہو سکے۔"

درج بالا عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چاند کے معاملہ میں اصل مدار رؤیت ہی کو بنایا جائے، لیکن رؤیت کے امکان وعدمِ امکان کو معلوم کرنے لیے فلکیات وآلات سے بھی اس حد تک مدد لی جائے، جس سے رؤیت کے دعویٰ کی کذب وصداقت کو جانچا جاسکے، تو از روئے شرع اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، بلکہ ایسی صورت میں فلکیات وآلات سے وحشت وبیزاری بقول مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نہ کوئی دین کا کام اور نہ ہی عقل کا تقاضا ہے۔ لیکن پہلے نظریہ والے کی پیش کردہ حدیث مبارک سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے تو حساب کو معیار بنانے کی نفی کی ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں ثبوتِ رؤیت کے لیے حسابات کو معیار اور مدار بنانے کی نفی ہے، حسابات کے بالکلیہ اعتبار کی نفی نہیں، یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شرعی احکام رمضان وعید وغیرہ کا دارومدار اس چاند پر ہے جس کی رؤیت عام انسانی نگاہوں سے ہو۔ حسابی لحاظ سے چاند کی ولادت جس کو نیا چاند اور فلکیاتی

چاند کہاجاتا ہے اور اہلِ فن اس کو نئے مہینے کا آغاز سمجھتے ہیں، شرعاً اس سے نئے مہینے کا آغاز نہیں ہوتا۔ باقی جہاں تک رؤیت کی گواہی کو پرکھنے کے لیے حسابات فلکیات سے استفادہ کا تعلق ہے، تو حدیث مذکور اس سے منع نہیں کرتی۔ علامہ سُبکی شافعی رحمہ اللہ نے حدیث کے مذکورہ مطلب کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:"وقد تاملت هذا الحديث فوجدت معناه الغاء مايقوله اهل الهيئة و الحساب من ان الشهر عندهم عبارة عن مفارقة الهلال شعاع الشمس فهو اول الشهر عندهم ويبقى الشهر الى ان يجتمع معها ويفارقها فالشهر عندهم ما بين ذالک وهذا باطل فى الشرع قطعا لا اعتبار به فاشار النبى عليه الصلاة والسلام بانا اى العرب امة امية لانكتب ولا نحسب اى ليس من شان العرب الكتابة ولا الحساب فالشهر فى الشرع ما بين الهلالين ويدرک ذالک اما برؤية الهلال او بكمال العدة ثلاثين"[25]. ترجمہ:"میں نے اس حدیث پر غور وفکر کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ حدیث کا مقصد اہلِ حساب کی اس رائے کو رد کرنا ہے کہ سورج کی شعاؤں سے چاند کے جدا ہونے کا نام مہینہ ہے۔ لہٰذا اُن کے بقول سورج کے محاذات سے چاند کے علیحدہ ہوتے ہی نئے مہینے کا آغاز ہو جاتا ہے اور اُس وقت مہینہ برقرار رہتا ہے جب تک چاند دوبارہ سورج کے محاذات میں آکر جدا نہ ہو جائے (یعنی اُن کے نزدیک ایک اجتماعِ شمس وقمر سے لے کر دوسرے اجتماعِ شمس وقمر تک کی درمیانی مدت جو کہ ستائیس دن بنتی ہے، یہ مہینہ کہلاتا ہے) یہ بات شریعت کی رُو سے بالکل باطل اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ آپ ﷺ نے حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ ہم اہل عرب حساب وکتاب نہیں جانتے۔ یعنی حساب وکتاب کو مدار بنانا) ہماری شان نہیں۔ پس شریعت کی نظر میں مہینہ ایک چاند سے دوسری چاند کی درمیانی مدت کا نام ہے، جس کا ادراک یا تو چاند دیکھ کر ہو گا یا تیس دن مکمل کر کے ہو گا۔"

حاصل یہ کہ اس حدیث میں رؤیت کی بجائے حساب پر مدار رکھنے سے منع کیا گیا، لیکن حساب پر مدار رکھنے سے منع کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رؤیت کی گواہی کو پرکھنے کے لیے حساب سے استفادہ بھی نہ کیا جائے؛ کیونکہ اگر ایسی بات ہوتی تو ہم اوقاتِ صلاۃ، سحری،

افطار، میراث اور دوسرے بہت سے دینی امور میں حساب کتاب پر اعتماد نہ کرتے۔ نیز اس حدیث میں تو کتابت کا ذکر بھی ہے، حالانکہ کتابت کسی کے ہاں بھی ممنوع نہیں۔ لہٰذا اگر اصل مدار رؤیت کو بنایا جائے، لیکن رؤیت کی خبر کو جانچنے کے لیے حساب سے بھی مدد لی جائے کہ واقعی رؤیت کا امکان ہے بھی یا نہیں، تو اس سے یہ حدیث منع نہیں کرتی۔ جیسا کہ سبکی لکھتے ہیں:"ولا يعتقد ان الشرع ابطل العمل بما يقوله الحساب مطلقا فلم يات ذالک وكيف الحساب معمول به فى الفرائض وغيرها وقد ذكر فى الحديث

الکتابة والحساب ولیست الکتابة منهیا عنها فکذالک الحساب وانما المراد ضبط الحکم الشرعی فی الشهر بطریقین ظاهرین مکشوفین رؤیة الهلال او تمام ثلاثین وان الشهر تارة تسع وعشرون وتارة ثلاثون ولیست مدة زمانیة مظبوطة بحساب کما یقوله اهل الهیئة"[26].

علامہ ابن بطال شارح بخاری رحمہ اللہ حدیثِ مذکور کے ذیل میں اس بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں مخفی تکوینی امور [الہیات] کے متعلق قوانینِ علم ہیئت کی بنیاد پر قیاس آرائیاں قائم کرنے سے منع کرنا مقصود ہے۔ رہے وہ حسابات جو مشاہدات کے زمرہ

میں آتے ہیں، یا یقینی ہونے میں مشاہدات کی طرح ہیں تو یہ حدیث ان حسابات سے منع نہیں کرتی۔ جیسا کہ رقمطراز ہے:"وهذالحدیث ناسخ لمراعاة النجوم بقوانین التعدیل وانما المعول علی الرؤیة فی الاهلة التی جعلها الله مواقیت للناس فی الصیام والحج والعدد والدیون انما لنا ان ننظر من علم الحساب ما یکون عیانا او کالعیان واما ماغمض حتی لا یدرک الابالظنون وتکییف الهیئات الغائبة عن الابصار فقد نهینا عنه وعن تکلفه"[27]- علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کی اس بات کو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق شرح فتح الباری میں اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں نقل فرمایا ہیں۔

ایک اور اہم بات اس حدیث کی تشریح میں یہ ہے کہ حدیث کی مخالفت اس وقت لازم آتی جب فلکی یہ دعوی کرتے کہ حسابات کی رُو سے آج نیا چاند ہے اور محض اس بنیاد پر نظر نہ آنے کے باوجود بھی مان لیتے، لیکن یہاں معاملہ تو برعکس ہے۔ فلکی تو کہتے ہیں کہ آج چاند نظر آنے کا امکان نہیں اگرچہ چاند پیدا ہو چکا ہے، مگر ہمارے احباب [جو فلکیات کے ناقابلِ اعتبار ہونے کے دعویدار ہیں] ایسے چاند کے بارے میں (27یا28 تاریخ) کو دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھ لیا، گویا فلکیین کے قول کہ چاند پیدا ہو چکا ہے، اس کے مطابق ہی وہ نئے مہینے کا آغاز کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"والذی اقول به ان الحساب لایجوز ان یعتمد علیه فی الصوم لمفارقة القمر للشمس علی ما یراه المنجمون من تقدم الشهر بالرؤیة بیوم او یومین"[28]. ترجمہ: "ستاروں کی رفتار کا علم رکھنے والوں کے ہاں مہینہ سورج کی محاذاۃ سے جدا ہونے کا نام ہے۔ اس وجہ سے حسابی مہینہ بصری مہینے سے ایک دو دن قبل شروع ہوتا ہے۔"

خلاصہ بحث:

شریعت نے علم فلکیات کو نہ ہی کلی معیار قرار دیا ہے کہ رؤیتِ بصری کو بالکل لغو سمجھ کر فلکیاتی حسابات پر ہی چاند کے شرعی دخول و خروج کا فیصلہ کیا جائے اور نہ بالکل اس کو مسترد کیا ہے کہ اس علم سے کسی قسم کا مدد لینا درست نہیں، بلکہ ان افراط و تفریط کو مسترد کر کے یہ درمیانہ راہ بتایا ہے کہ چاند کے معاملہ میں اصل مدار رؤیت ہی کو بنایا جائے، لیکن رؤیت کے امکان وعدمِ امکان کو معلوم کرنے لیے فلکیات وآلات سے بھی اس حد تک مدد لی جائے، جس سے رؤیت کے دعویٰ کی کذب و صداقت کو جانچا جاسکے، تو اس حد تک اعتبار کرنے میں از روئے شرع کوئی ممانعت نہیں، بلکہ ایسی صورت میں فلکیات وآلات سے وحشت وبیزاری نہ کوئی دین کا کام اور نہ ہی عقل کا تقاضا ہے۔

حوالہ جات

[1] . أبو الحسين أحمد بن فارس بن زكريا، معجم مقاييس اللغة لابن فارس, بيروت, دار الفكر, 1979م، ج: 2،ص: 472

[2] . أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربي،ة, بيروت دار العلم للملايين, , 1987 م : 5 /1851

[3] https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%81%D9%84%DA%A9%DB%8C%D8%A7%D8%AA

[4] - البخاري أبو عبدالله محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح البخاري ، ودار ابن كثير ، بيروت، 1987 : 2/ 675

[5] - الملا على بن سلطان محمد القاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح دار الفكر، بيروت، 2002م : 4/ 1374

[6] - ابن دقيق ، العيد تقي الدين محمد بن علي، إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام، مؤسسة الرسالة، 2005 م: 268

[7] - السيوطي ، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر، تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي دار ط325/1

[8] - ابن حجر العسقلاني ، أبو الفضل أحمد بن علي، نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر، مطبعة سفير، الرياض، 1422هـ، : 110

[9] - ابن عابدين، محمد أمين بن عمر الدمشقي، العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، دار المعرفة ،بدون تاريخ :1/ 337

[10] - أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي، تحفة المحتاج في شرح المنهاج، المكتبة التجارية الكبرى، مصر، 1983 م :3/ 382

[11]- القليوبي، أحمد سلامة ،حاشية أحمد سلامة القليوبي على شرح العلامة جلال الدين المحلي على منهاج الطالبين للشيخ اللنووي (حاشيتا قليوبي وعميرة)، دار الفكر، بيروت،1995م: 2/ 63

[12] - بقرة،۲۹

[13]۔ مفتی محمد شفیع، رؤیتِ ہلال، ادراۃ المعارف، کراچی: ۱۰،۱۴

[14]۔ مفتی رشید احمد، احسن الفتاوی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1425ھ: ۴/ ۴۹۶

[15]۔ محمد یوسف لدھیانوی، آپ کے مسائل اوران کا حل، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، 2011: ۳/ ۲۶۱

[16]- مفتی تقی عثمانی، بحوث في قضايا فقهية ، مکتبہ دارالعلوم کراچی:244/2

[17] - مولانا برھان الدین سنبھلی، رؤیتِ ہلال کا مسئلہ: 46

[18] - موقع وزارة الأوقاف المصرية: ١٠٧/١ http://www.islamic-council.com

[19] - موقع شبكة مشكاة الإسلامية:http://www.almeshkat.net،الفتاوى الشرعية الصادرة عن قطاع الإفتاء بالكويت: ٣٨،٤٠/١

[20]- علماء وطلبة علم، فتاوى واستشارات موقع الإسلام اليوم، موقع الإسلام اليوم: ٢٠٨/١٧ http://www.islamtoday.net

[21] - أحمد بن عبد الرزاق، فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء، الرياض: ٩٩/١٠

[22] - الدكتور حسام الدين بن موسى عفانة، فتاوى يسألونك، مكتبة دنديس، فلسطين، 1427 - 1430 هـ : 76/5

[23] - فتاوى يسألونك : ٣٨/٨

[24] - جميل أبوسارة، قرارات وتوصيات مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي 1 – 174، 1428 هـ: ١٣/١

[25] - أبو الحسن تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي ،فتاوى السبكي، دار المعارف: ٤١١/١

[26] - فتاوى السبكي: ٤١٧/١

[27] - ابن بطال أبو الحسن علي بن خلف، شرح صحيح البخارى مكتبة الرشد، الرياض، 2003م : ٣٢/٤

[28] - إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 2/ 8